

اسامہ بن لادن اور اس کے بہت سے قریبی ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ تاہم حقیقی اور فوری نوعیت کا خطرہ بدستور باقی ہے، خاص طور سے القاعدہ سے وابستہ عناصر کی جانب سے۔ لیکن گروپ کی سینئر قیادت کی حالت تباہ ہو چکی ہے اور اس کی کارروائیاں کرنے کی صلاحیت بڑی حد تک گھٹ گئی ہے۔ القاعدہ کے خلاف ہماری بہت سی کامیابیاں افغانستان میں ہماری موجودگی اور پاکستان کے ساتھ قریبی تعاون کے بغیر ممکن نہ ہوتیں۔

میں بلا جھک یہ اعتراف کرتی ہوں کہ اپنے افغان اور پاکستانی شرکت داروں کے ساتھ کام کرنا ہمیشہ آسان نہیں رہا۔ لیکن یہ تعلقات امریکہ کی قومی سلامتی کے مفادات کو آگے بڑھا رہے ہیں، اور انہیں ترک کر دینے سے اُن مفادات کو نقصان پہنچ گا۔

میں نے کابل اور اسلام آباد میں اپنی لڑائی، مذاکرات اور تعمیر کی تحری ٹریک حکمت عملی پر زور دیا تھا، یعنی ان تینوں راستوں کو یہی وقت اختیار کرنے پر، اس لیے کہ یہ ایک دوسرے کو باہم تقویت پہنچاتے ہیں۔ اور افغان اور پاکستانی حکومتوں کی جانب سے مضبوط تعاون کے ساتھ ان سب کی کامیابی کا امکان بہت بڑھ جاتا ہے۔

اول، لڑائی۔ اتحاد اور افغان فوجوں نے طالبان، حقانی نیٹ ورک اور دوسرے باغیوں پر دباؤ بڑھا دیا ہے اور اس میں مشرقي افغانستان میں وہ نئی کارروائی بھی شامل ہے جو حالیہ دونوں میں شروع کی گئی ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے اس بارے میں موقع پر موجود ہمارے کمانڈروں کی تشویش بڑھ گئی ہے کہ ہمیں لازمی طور پر سرحد کے اس پار پاکستان میں باغیوں کے محفوظ ٹھکانوں کے خلاف کارروائی کرنا ہو گی۔ اب میں فوری طور پر یہ بھی بتا دوں کہ اُن حملوں کے بارے میں پاکستانیوں کی تشویش بھی بلا وجہ نہیں، جو سرحد کے اُس پار افغانستان سے اُن پر کیے جا رہے ہیں۔

لہذا پچھلے ہفتے اسلام آباد میں، جزل Dempsey کی سولین اور فوجی قیادت کے لیے لازم ہے کہ وہ سرحد کے دونوں جانب سے حقانی نیٹ ورک کو کچلنے میں اور محفوظ ٹھکانوں کو بند کرنے میں ہمارے ساتھ شرکیک ہو جائے۔ ہم نے اپنے پاکستانی ہم منصوبوں پر اس کام کی فوری اہمیت کے بارے میں زور دیا جو ہمیں درپیش ہے، اور ہم نے اُن ٹھوس اقدامات کے بارے میں مفصل اور بے لگ بات چیت کی، جو ہم دونوں کو کرنے چاہئیں۔ میں نے یہ واضح کر دیا کہ نام نہاد اچھے دہشت گردوں اور بُرے دہشت گردوں کے درمیان امتیاز کرنے کی کوشش کا مقدار ہی انجام کارنا کامی ہے۔ ایسے کسی بھی فرد کو نہ برداشت کیا جانا چاہئیے نہ تحفظ فراہم کیا جانا چاہئیے جو کسی بھی قوم کے بے گناہ عام شہریوں کو نشانہ بناتا ہو۔

ہم کوئی ایسا اشارہ نہیں دے رہے ہیں کہ پاکستان خود اپنی سلامتی کو قربان کر دے۔ بلکہ بات اس کے بر عکس ہے۔ پاکستان پہلے ہی جو قربانیاں دے چکا ہے، ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ اور امریکیوں کو یہ یاد دلانا اہم ہے کہ پچھلے عشرے کے دوران 5,000 سے زیادہ پاکستانی فوجیوں کی جانیں گئی ہیں، اور ہزاروں پاکستانی شہری ہلاک یا زخمی ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے جو ہم ایک ایسی مشترکہ سلامتی کے تصور کے لیے کوشش ہیں جس میں ہم سب کافائدہ ہے۔

دوسرے کام مذاکرات کرنے کا ہے، اور یہاں بھی ہم اپنے شرکت داروں کے ساتھ مل کر ٹھوس اقدامات کر رہے ہیں۔ لہذا کابل اور اسلام آباد، دونوں جگہ میں نے افغان قیادت میں قیام امن کے کسی ایسے عمل کے لیے، جس میں دوسروں کو شامل رکھا جائے، امریکہ کی پُر زور حمایت کا اعادہ کیا۔ اور کسی

بھی مذاکرات کے ضروری متنج کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر بہت واضح رہا ہے۔ یعنی باغیوں کو لازماً تندرستک کرنا ہو گا، القاعدہ کو چھوڑنا ہو گا اور افغانستان کے قوانین اور آئین پر عمل کرنا ہو گا، جس میں عورتوں اور اقلیتوں کو دیے ہوئے تحفظ بھی شامل ہیں۔ اگر باقی ان شرائط کو پورا نہ کر سکے یا انہوں نے ایسا نہ کیا تو انہیں مسلسل اور تابڑ توڑ حملوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور جیسا کہ میں نے کابل میں کہا، میں اس بات پر زور دینا چاہتی ہوں کہ عورتوں اور تمام افغانوں کے لیے جو حقوق بڑی مشکل سے حاصل کیے گئے ہیں، انہیں دوبارہ منسوخ نہیں کیا جاسکتا اور رسول سوسائٹی کو جو فروع حاصل ہوا ہے، اسے ترک نہیں کیا جاسکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سابق صدر ربانی کا قتل ایک دھپکا تھا، لیکن افغانوں کو پورا یقین ہے کہ مصالحت اب بھی ممکن ہے اور ہم خلیے میں امن اور استحکام کے بہترین امکان کی حیثیت سے اس کی حمایت کرتے ہیں۔ پاکستان کو مصالحت کی اس کوشش میں انتہائی اہم رول ادا کرنا ہے اور اس کے متنج میں اُس کا بہت کچھ داؤ پر لگا ہو اے۔ لہذا ہم پاکستان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ طالبان اور دوسرے باغیوں کی حوصلہ افزائی کرے گا کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ قیام امن کے کسی افغان عمل میں شریک ہو جائیں، بر سرِ عام واضح بیانات کے ذریعے اور محفوظ ٹھکانوں کو بند کرتے ہوئے، دونوں طرح سے۔

ہم افغانستان کے تمام ہمایوں سے اس بارے میں پختہ وعدے حاصل کرنے میں مدد کے لیے افغان حکومت کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں کہ وہ افغان اقتدار اعلیٰ اور علاقائی سالمیت کا احترام کریں گے اور افغانستان میں مصالحت کی حمایت کریں گے۔ اگلے ہفتے جب میں علاقائی وزراء خارجہ سے ملنے کے لیے استنبول جاؤں گی تو یہ بات بھی توجہ کامراز بزے گی۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے، تو امریکہ ڈور رس شر اکٹ داری کے ایک نئے معاهدے کو آخری شکل دینے کے لیے افغان حکومت کے ساتھ مل کر کام کر ریا ہے۔

اور آخر میں، تیسرا ستہ ہے تعمیر کرنا۔ کیا تعمیر کرنا؟ افغانستان، پاکستان اور علاقے کے طول و عرض میں ترقی کی گنجائش اور موقع تعمیر کرنا۔ یہ واضح بصیرت کی حامل ایک ایسی حکمت عملی کا حصہ ہے، جس کی جڑیں اس سبق میں پیوست ہیں جو ہم نے دنیا بھر میں بار بار سیکھا ہے۔ یعنی دیر پا استحکام اور سلامتی اور زیادہ بہتر اقتصادی موقع، دونوں کا چوپی دامن کا ساتھ ہے۔ لوگوں کو بہتر زندگی کے لیے، روزگار کے لیے، اپنے خاندانوں کے پیٹ پالنے کے موقع کے لیے، حقیقت پسندانہ امید کی ضرورت ہے۔ لہذا یہ بات ہماری وسیع تر کوششوں کے لیے بہت اہم ہے کہ افغانستان اور پاکستان، دونوں ملکوں میں سولین امداد جاری رہے۔ اور میں اس مسئلے کو اٹھانے پر کانگریس مین Berman کی شکر گزار ہوں۔ تاہم، میں صاف طور سے یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ ہمیں گنگرانی کے انتظامات کو مضبوط بنانے اور امداد کو زیادہ موثر بنانے کے لیے تیزی سے کچھ اقدامات کرنے پڑے۔ اس معاملے کے بارے میں اگر کوئی سوال ہوں تو مجھے ان کا جواب دے کر خوشی ہو گی۔

اگلے ہفتے کے شروع میں، میں آپ کو امریکہ کی سولین امداد کی کیفیت کی تازہ ترین صورت حال کی ایک جامع رپورٹ بھیجوں گی، جس میں ہمارے قلیل المیعاد استحکام کی جگہ طویل المیعاد ترقیاتی منصوبوں کی تفصیلات شامل ہوں گی۔

میں حقیقت میں اس نکتے پر زور دینا چاہتی ہوں کہ۔ ہم امداد سے ہٹ کر تجارت کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم نے Reconstruction کا وہ بیل منظور نہ کرایا جس کے تحت پاکستانی اور افغان اشیا پر درآمدی محصول کم ہو جائے گا اور Enterprise Fund منظور

نہ کیا، جس کے لیے ٹکس ادا کرنے والوں کے ڈالر دکار نہ ہوں گے، تو ہم یہ کام نہیں کر سکتے۔ یہ وہ کام ہے جو ہم نے وسطیٰ اور مشرقی یورپ میں کیا، اور اس سے لوگوں کو یہ یقین دلانے میں بڑی مدد ملی کہ آزاد منڈی ہی آگے بڑھنے کا راستہ ہے۔